CARE LIST APPROVED PEER REVIEWED & REFEREED JOURNAL

ISSN 2320-3781

نقشِ نو

۲۰۲۲ء۔۲۰۲۳ء

سالانہ عالمی اردو جریدہ

(خطوط نگاری نمبر)

مدیر: ڈاکٹر ناصحہ عثمانی

شعبۂ اردو

حمیدیہ گرلس ڈگری کالج، پریاگراج

الہ آباد یونیورسٹی

"نقشِ نو" سالانہ عالمی اردو جریدہ۔ شمارہ پنجدہم

یو۔جی۔سی۔CARE لسٹ میں منظور شدہ جریدہ

سرپرست: مسز تزئین احسان اللہ　　نگراں: پروفیسر یوسف نفیس

اعزازی مدیر　　پروفیسر عبدالحق

مدیر　　ڈاکٹر ناصحہ عثمانی　　نائب مدیر　　ڈاکٹر زرینہ بیگم

مجلسِ مشاورت:

ڈاکٹر مامون ایمن (نیویارک)　　پروفیسر شبنم حمید (پریاگ راج)

ڈاکٹر عارف نقوی (جرمنی)　　ڈاکٹر ندرت محمود (پریاگ راج)

ڈاکٹر محمد آصف علی (ماریشس)　　ڈاکٹر شبانہ عزیز (پریاگ راج)

پروفیسر اسلم جمشید پوری (میرٹھ)　　ڈاکٹر صدیقہ جابر (پریاگ راج)

پروفیسر احمد محفوظ (دہلی)　　ڈاکٹر فرح ہاشم (پریاگ راج)

کمپیوٹر کمپوزنگ: شاذیہ غلام انصاری

ناشر: شعبۂ اردو، حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، نوراللہ روڈ، پریاگ راج۔یو۔پی۔انڈیا

فون نمبر: 0532-2978600　　موبائل نمبر: 7007400501 -9559258741

ای میل: naqshenauurdu@gmail.com

ISSN 2320-3781 Naqsh-E-Nau

قیمت: اندرونِ ملک 200 روپئے، بیرون ملک 20 ڈالر (ڈاک خرچ الگ)

"نقشِ نو" کے مشمولات میں ظاہر کردہ نفسِ مضمون سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

(جملہ حقوق بحق شعبۂ اردو، حمیدیہ گرلز ڈگری کالج محفوظ ہیں۔)

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
۱۔	اپنی بات	ڈاکٹر ناصحہ عثمانی	
۲۔	انشائے رشیدی	پروفیسر عبدالحق	۷
۳۔	اردو میں مکتوب نگاری: آغاز وارتقا اور زوال	پروفیسر اسلم جمشید پوری	۱۴
۴۔	بشیر الدین احمد کی ادبی خدمات	ڈاکٹر ہما مسعود	۳۵
۵۔	مولانا محمد علی جوہر کی خطوط نگاری	ڈاکٹر اعظم انصاری	۵۰
۶۔	صفیہ اختر کی مکتوب نگاری	ڈاکٹر صبیحہ سید	۶۲
۷۔	اکبر الہ آبادی فن خطوط نویسی کے آئینے میں	ڈاکٹر شیخ عمران	۷۰
۸۔	سر سید کا خواب اور ان کی کاوشیں	ڈاکٹر محمد فرحان دیوان	۸۱
۹۔	غالب کے خطوط میں زندگی کی کہانیاں	ڈاکٹر طاہرہ پروین	۹۹
۱۰۔	نکتہ داں، نکتہ سنج، نکتہ شناس: پروفیسر محمود الٰہی	ڈاکٹر بشریٰ بانو	۱۰۸
۱۱۔	خطوط اقبال میں تصوف کے مباحث	ڈاکٹر طالب اکرام	۱۴۲
۱۲۔	غالب کے فارسی خطوط کا مختصر تذکرہ	ڈاکٹر شبانہ عزیز	۱۵۷
۱۳۔	مجاہدین آزادی کے کچھ اہم تاریخی خطوط	ڈاکٹر نزہت فاطمہ	۱۷۴
۱۴۔	اردو میں خطوط نگاری کی روایت	ڈاکٹر عبدالحفیظ	۱۹۱
۱۵۔	حسرت موہانی خطوط کے آئینے میں	ڈاکٹر فرح ہاشم	۲۱۰
۱۶۔	خطوط غالب معلومات کا گنجینہ	ڈاکٹر امتیاز احمد علی	۲۱۹
۱۷۔	غبار خاطر کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر معراج الدین خان	۲۲۷

مولانا محمد علی جوہر کی خطوط نگاری

ہندوستان کے عظیم مجاہد آزادی، ہر دل عزیز لیڈر، اردو کے بے باک صحافی، پر جوش شاعر و شعلہ بیان مقرر کی شہرت، محبوبیت اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی صد سالہ یوم پیدائش کے موقع پر حکومت ہند نے ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی یاد میں ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ مولانا محمد علی جوہر 10/ دسمبر 1878ء کو رامپور کے ایک مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے خاندان کے افراد اہل سیف کے علاوہ اہل قلم بھی تھے اور ان کے خاندان کے چار افراد داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ ملک اس وقت سماجی، سیاسی، معاشی، ادبی، لسانی اور نظریاتی نشیب و فراز کے دور سے گزر رہا تھا۔ عوام کے ذہنوں پر مایوسی و نا امیدی کا غلبہ تھا۔ سکوت دہلی کے بعد اہل فن و کمال لکھنؤ، حیدر آباد، الور اور رام پور جیسے شہروں کی جانب ہجرت کر گئے۔ داغ، امیر اور تسلیم جیسے با کمال شاعر ریاست رام پور کی زینت بڑھا رہے تھے۔ رامپور میں جگہ جگہ مشاعرے ہوا کرتے تھے جہاں سے برابر واہ واہ، سبحان اللہ کی صدائیں سنائی دیتی تھیں۔ مولانا محمد علی کے گھر پر برابر مشاعرے ہوتے تھے اور وہ اس میں شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے جب تخلیقی شعور کی دہلیز پر قدم رکھا تو شاعری کی دیوی کے قدموں میں سر جھکا دیا اور اپنا تخلص جوہر رکھا۔ تعلیمی زندگی کے دوران ان کے سماجی، مذہبی، سیاسی اور قومی خیالات و نظریات میں پختگی آتی گئی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنی تحریروں و تقریروں سے اپنے ہم وطنوں کے ذہنوں کو بیدار کرنے، جدوجہد کے راستے پر چلانے اور انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانے کی پیہم کوشش کرتے رہے۔ جس کی پاداش میں برسوں انہیں جیل کی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا اور ان کے اہل خانہ کو بہت سے مسائل و مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ ہندوستان کے عظیم المرتبت مجاہد آزادی، اردو کے ممتاز صحافی، شاعر اور نقاد کی سماجی، مذہبی، سیاسی و ادبی زندگی کے بوقلمونی جہات ان کے مکتوبات میں جا بجا اس بات کی

ڈاکٹر اعظم انصاری، اسسٹنٹ پروفیسر، خواجہ معین الدین چشتی لینگویج یونیورسٹی، لکھنؤ

گواہی دیتے ہیں۔انہوں نے مہاتما گاندھی، جواہر لعل نہرو، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، ڈاکٹر مختار انصاری، سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور دیگر اپنے عزیز و اقارب کو مختلف مواقع پر خطوط تحریر کئے ہیں۔ان کے خطوط کی تعداد زیادہ نہیں ہیں، لیکن ان کے خطوط مفصل ہوتے ہیں گویا ایک رسالہ کے مساوی الحجم اور ان کی روح کے ترجمان ہیں۔ان کے خطوط کے بارے میں عبدالماجد دریا آبادی 'خطوط مشاہیر' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''خطوط اس مجموعہ میں تعداد میں زیادہ نہیں۔لیکن بعض بہت مفصل ہیں گویا ایک رسالہ کے مساوی الحجم۔اور محمد علی کی روح کے ترجمان سب کے سب ہیں۔محمد علی کے خطوط نویسی کا طریقہ بھی یہی تھا۔وہ خط زیادہ نہیں کم لکھتے۔زیادہ لکھنے کی انہیں فرصت ہی کب ملتی؟ لیکن جب لکھتے دل کھول کر رکھ دیتے دل کو بند رکھنا، زبان کو روک رکھنے کی طرح تو وہ جانتے ہی نہ تھے...ابتدا کے خطوط کیسی زندہ دلی، شگفتگی کے مرقع ہیں اور آخری خطوط کیسی اداسی اور مظلومیت کے خاکے، جلے ہوئے دل سے کچھ کلمات بعض معاصرین کے تندو تلخ اور ناملائم نکل گئے ہوں تو شاید زیادہ قابل ملامت نہ ہوں۔''

حوالہ 1،ص۔186-187

اسی طرح کے خیالات کا اظہار مولانا سید سلیمان ندوی سابق ناظم دارالمصنفین نے بھی کیا ہے کہ محمد علی جوہر لمبے لمبے خطوط لکھا کرتے تھے۔یہ خطوط ان کی وفات کے بعد معارف میں شائع ہوتے رہے، جس میں ان کے سیاسی خیالات کے علاوہ ان کے دینی، علمی اور ادبی نظریات کی گواہی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ان کے معاصر سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

> ''محمد علی مرحوم خط لکھنے اور جواب دینے میں بہت سست تھے وہ

ضروری خط کا جواب انتظار کا پورا وقت گزار کر آخری لمحہ میں دو
پیسے کے بجائے بارہ آنہ خرچ کر کے تار پر دیا کرتے اور اگر
جواب لکھنے بیٹھ گئے تو دو سطری جواب کے بجائے صفحوں میں
جا کر اس کو تمام کرتے۔"

حوالہ 2۔ ص۔462، معارف۔ اعظم گڑھ, جون 1931ء

مولانا محمد علی جوہر کے ان خطوط کے ذریعہ ہم ان کی زندگی کے نشیب وفراز اور ان کے عزیز واقارب سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر کی سوانح اور ان کے ذریعہ لکھے گئے خطوط کے مطالعہ کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ تعلیم یافتہ اور آسودہ حال خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے خاندان کے افراد ریاست رامپور سے وابستہ پنج ہزاری منصب دار تھے۔ گھر پر اہل فن وکمال کی محفلیں سجتی تھیں اور وہ اس میں برابر شریک ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے دس سال کی کم عمری میں موزوں شعر کہنا شروع کر دیا۔ جوہر اپنے بڑے بھائی ذوالفقار علی خان گوہر کے ساتھ اردو کے مایہ ناز شاعر داغ دہلوی کے دولت کدہ پر جاتے تھے، جہاں برابر مشاعرے کی شمع روشن ہوا کرتی تھی جس میں کہنہ مشق اور نو آموز شاعر اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ انہوں نے عبدالماجد دریا آبادی کو 16 اگست 1916ء کو چھندواڑہ جیل سے ایک خط میں اپنے کلام موزوں کا مفصل تذکرہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ رقم طراز ہیں:

"آپ میری شاعری کا کیا پوچھتے ہیں۔ بچپن میں تو بہت سے
سامان ایسے بہم ہو گئے تھے کہ میں اس وقت زلف وابرو کی
تعریف میں خاصے شعر نکال لیا کرتا۔ رامپور میں اس زمانے
میں پیدا ہوا تھا۔ جب گھر گھر مشاعرہ ہوتا تھا۔ داغ، امیر،
تسلیم، عروج دہلی اور لکھنؤ کے آسمان کے ٹوٹے ہوئے

ستارے سب رامپور کے آسمان سے نور افشانی کر رہے تھے۔خود میرے خاندان میں شعر گوئی کا ذوق ہوا۔ تین چار عزیز استاد داغ کے شاگرد ہوئے، جن میں میرے ایک حقیقی بھائی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر اور میرے چچازاد بھائی اور خسر عظمت علی خان اور ان کے بھائی حافظ احمد علی خان صاحب شوق شامل تھے۔گھر پر بارہا مشاعرہ ہوا.....اس پر مستزاد یہ کہ ذوالفقار علی روزانہ داغ کے گھر جاتے تھے جو ہمارے مکان سے دور نہ تھا اور مجھے بھی لے جاتے تھے۔داغ نے پہلے دن پوچھا کہو کچھ شعر یاد ہیں۔میری عمر بہت کم تھی۔مگر بھائی نے کچھ شعر یاد کرا دئے تھے۔جنہیں میں نہایت شان اور زور سے کڑک کر پڑھا کرتا تھا۔میں نے داغ کے ہی چند شعر انہیں سنا دئے۔سن کر پھڑک گئے اور اس کے بعد ہمیشہ اصرار رہا کہ اس بچے کو ضرور لایا کرو۔جناب والا اس کے بعد میں دعویٰ کروں کی شعر وسخن کی گود میں پلا ہوں تو بے جا نہ ہوگا۔مگر میرا دعویٰ تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔سنئے میں نہ صرف شعر وسخن کی گود میں پلا ہوں بلکہ اس کی توند پر کودا ہوں۔اس کو ہاتھی بنا کر پیٹھ پر سوار ہوا ہوں۔کوئی بے ادبی و گستاخی باقی نہ رہی ہو۔جو میں نے شعر وسخن کی شان میں نہ کی ہو۔"

حوالہ 3،ص۔210-209

محمد علی کا گیارہ سال کی عمر میں علی گڑھ میں داخلہ ہو گیا تھا۔وہاں کی فضا ان کے لئے موزوں ثابت ہوئی اور وہ علامہ شبلی جیسے عظیم المرتبت استاد کے زیر سایہ تربیت پانے لگے۔محمد علی اپنے کورس کی

کتابوں سے کم دلچسپی دکھاتے بلکہ اعلیٰ درجہ کی کتابوں کا مطالعہ کے شوقین تھے، اسی میں محو ہو جاتے تھے۔ محمد علی کے بڑے بھائی ذوالفقار علی علامہ شبلی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے محمد علی کے کلام موزوں اور حافظے کی تعریف علامہ شبلی سے کی۔ علامہ شبلی نے ایک روز محمد علی کو بلوایا اور ان کا امتحان لیا جس میں وہ پوری طرح کامیاب رہے۔ اس بات کا ذکر انہوں نے عبدالماجد صاحب کو لکھے گئے خط میں کیا ہے جس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''ایک بڑے بھائی نے میری موزوں گوئی کا ذکر مولانا مرحوم سے کیا۔ دوسرے نے میرے حافظے کی تعریف کی کہ المامون میز پر رکھی تھی۔ اٹھا کر پڑھنے لگا اور دوسرے دن میں نے امین کے قتل پر جو مرثیہ ہے اس کا ایک شعر عربی کا پڑھا تو اس کا مجھے ترجمہ سنا دیا۔ حالانکہ عربی سے بالکل ناواقف ہے مولانا کو یقین نہ آیا اور امتحان کی غرض سے ہم بلائے گئے۔ پہلے مامون کے اولاد کی فہرست مانگی۔ پھر اس کا حلیہ پوچھا۔ جب اس میں پاس ہو گئے تو ایک مصرع طرح اسی وقت دیا اور کہا کہ شعر لکھو۔ چیزے از قسم لچر پوچ اسی وقت تیار ہو گئی۔ میرا خیال ہے کہ مولانا مرحوم پر تو جو سکہ بیٹھ گیا تھا۔ وہ اسی لچر پوچ کا تھا''

حوالہ ۴۔ ص۔ 211

جیسا کہ بالا سطور میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ محمد علی جوہر کتب بینی کے شوقین تھے۔ مختلف موضوعات پر لکھی گئی کتابوں اور خاص کر مذہبی کتب کا مطالعہ ان کی روزمرہ کی زندگی میں شامل تھا۔ وہ تخلیق کے ساتھ ہی ساتھ تحقیق میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ انگلینڈ میں دوران

تحقیقی مطالعہ نے ،ان کے نظریات میں اور زیادہ وسعت اور پختگی پیدا کردی تھی ۔سید سلیمان ندوی کی کتاب 'ارض القرآن' جب زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر منظر عام پر آئی تو اس کی بہت پذیرائی ہوئی۔کتاب کی شہرت و مقبولیت کے چرچے سن کر مولانا محمد علی جوہرؔ نے سید سلیمان ندوی کو خط لکھ کر اس کو پڑھنے کی خواہش ظاہر کی ۔سید سلیمان ندوی نے اس کی ایک کاپی محمد علی جوہرؔ کو جیل میں مرحمت فرمائی۔ارض القرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد محمد علی جوہر نے سید سلیمان ندوی کو جو خط ارسال فرمایا ہے وہ تحقیقی و تنقیدی بصیرت کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس کتاب کے متعلق محمد علی جوہر کا تنقیدی نقطہ نظر ملاحظہ ہو:

> ''اور انڈکس کیوں غائب ہے، مکرمی یورپ سے کم از کم انڈکس تو ضرور اخذ کر لینا چاہئے۔مجھے خود قرآن پاک کے انڈکس کی ضرورت ہوتی ہے تو انگریزی تراجم میں دیکھنا پڑتا ہے اس کمی کو ضرور پورا کیجئے۔''

بحوالہ ۵۔مقالات جوہر ص۔۴۹

اسی طرح سے جب عبد الماجد دریا آبادی کی انگریزی تصنیف 'سایکالوجی آف لیڈر شپ' شائع ہو کر منظر عام پر آئی تو اس کی تشہیر کے اشتہار بھی شائع ہوئے اور ایک اشتہار عبد الماجد صاحب نے محمد علی کو جیل میں بھیجا تھا۔اس کتاب کے متعلق مختلف لوگوں کی آرا اخبار و رسائل کے ذریعہ محمد علی کو معلوم ہوتی رہتی تھیں ۔اس کتاب کا تفصیلی جائزہ اینی بسنٹ کے اخبار 'نیو انڈیا' میں شائع ہوا تھا جس کی دانشور طبقہ میں خوب پذیرائی ہوئی تھی ۔محمد علی جوہر 22/ مئی 1916 کو لکھے ایک خط میں عبد الماجد صاحب کو اس کتاب کی ایک کاپی بھیجنے کی درخواست کرتے ہیں ۔محمد علی جوہر اس تخلیق کا بہت ہی گہرائی و گیرائی کے ساتھ اور تنقیدی نقطہ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں ۔محمد علی جوہر مطالعہ کتب کے بعد ،عبد الماجد صاحب کو ایک مکتوب ارسال کرتے ہیں جس میں اس تصنیف پر تنقیدی تبصرہ کرتے ہیں اور بلیغ مشوروں سے بھی نوازتے ہیں۔

وہ اپنے خط میں رقم کرتے ہیں۔

""مغز کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اجتماع سے تو آپ نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔لیکن ""قائدین"" (لیڈروں) ہیں اسی قدر اجمال سے کام لیا ہے۔یہ بالکل درست ہوتا کہ آپ اجتماع کی نفسیت پر بحث کر کے لیڈروں کے متعلق ایک منفیانہ پہلو اختیار کرتے یہ کہ کر کہ اجتماع میں جن اوصاف کی کمی ہوتی ہے۔وہ اس کے افراد میں پوری طرح پائے جاتے ہیں۔لیکن یہ یاد رکھئے کہ جس عمومی حیثیت سے آپ اجتماعات پر بحث کر سکتے ہیں۔وہ اس کے لیڈروں کے لئے کافی نہیں، کتاب کی نظر ثانی کے وقت میں آپ سے بزور شفارش کرتا ہوں۔کہ لیڈروں کے متعلق اپنے اس تناسب کو بدل دیجئے۔کتاب کا یہ حصہ زیادہ تفصیل کا مستحق ہے۔اور اس حصے میں مزید شرح وسط کی گنجائش نہیں۔ضرورت بھی ہے۔""

حوالہ 6۔ص۔193

اسی طرح کے خیلات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

""یاد رہے کہ جب گھڑی ساز گھڑی کے کسی ٹوٹے ہوئے پرزے کو سنبھالنا چاہتا ہے تو خورد بینی شیشہ لگا لیتا ہے جس سے نقص اصلیت سے کہیں بڑا معلوم ہوتا ہے۔یہ اس غرض سے کہ باریک سے باریک نقص بھی صاف نظر آئے اور اصلاح کی جا سکے۔اچھے سے اچھا نقاد بھی اکثر اس غرض سے

مبالغہ سے کام لیتا ہے اور عوام سے کہیں زیادہ اسے 'لطیف' اور
'باریک بین' بننا پڑتا ہے۔ چونکہ غرض اصلاح ہے نہ کہ فساد۔ اس
لئے یہ بال کی کھال نکالنا اس کے لئے جائز ہی نہیں سمجھنا چاہئے۔
بلکہ اس کے لئے اصرار کرنا چاہئے۔ اس وجہ سے میں نے بھی اس
تنقید میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور مصر ہوں کہ آپ خود اس سے بھی
زیادہ مبالغے سے کام لیں۔ جوہری جب سنگ تراشی میں مشغول
ہوتا ہے تو زیادہ وقت اس کا اس تراش خراش میں صرف نہیں ہوتا جو
عوام کو نظر آسکے۔ بلکہ ایسی باریک اصلاح میں جس کا نظر آنا تقریباً نا
ممکن ہے اور جو کچھ وہ گھنٹوں کی محنت میں تراشتا ہے وہ نہایت
باریک خاک کے چند ذرّے ہوتے ہیں جو تراشتے تراشتے ہی ہوا
لے اڑتی ہے۔"

حوالہ 7۔ص۔206

محمد علی کے مکتوبات میں جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے اس میں طنزیہ جملے جگہ جگہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ وہ اپنی بات کو سادہ اسلوب اور جامع پیرائے میں بیان کرتے ہیں اور بات کو دلچسپ بنانے کے لئے متعدد جگہوں پر ضرب الامثال اور محاوروں (ساری خدائی ایک طرف جورو کا بھائی ایک طرف، ملا کی دوڑ مسجد تک، سونے پر سہاگہ) کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی کے الفاظ کا برمحل استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی عبارتوں کی مرصع سازی کرتے ہیں مگر مرزا غالب اور مولانا ابوالکلام آزاد کی طرح مسجع و مقفیٰ نگاری سے گریز کرتے ہیں۔ طرز بیان میں قرآن کی آیتوں اور اشعار کے علاوہ فارسی کے اشعار کو بھی موقع کی مناسبت سے پیش کرتے ہیں۔ جملوں میں کہیں کہیں عربی، فارسی کے ثقیل و متروک الفاظ کا عام قاری کے ذہن پر گراں گزرتا ہے۔ ان کے اسلوب بیان میں شوخی و ظرافت کے پہلو بھی نمایاں طور پر دکھائی

دیتے ہیں۔ان کے خطوط کی ایک خاص بات یہ ہے کہ جب وہ اپنے مکتوب الیہ کو خط لکھتے ہیں تو القاب وآداب اور سلام بندگی کے بعد خدا حافظ یا نیاز مند محمد علی لکھتے ہیں۔اور پھر اس کے بعد مکرر لکھ کر کئی کئی صفحے تحریر کرتے جاتے ہیں جس میں سماجی، سیاسی وادبی وغیرہ مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔

عبدالماجد دریا آبادی کو 10/نومبر 1916 کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''میں اپنی چھوٹی لڑکی کی تیمارداری ٹائیفائڈ میں حال ہی میں کر چکا تھا۔میری اہلیہ سخت علیل رہیں تو ان کی تیمارداری مجھ ہی کو کرنا پڑی۔ان امراض پیہم نے مجھے چھندواڑہ کی اچھی خاصی مس فلارنس نائٹ انگل بنا دیا تھا۔یہ تو امر مسلم ہے کہ ''ساری خدائی ایک طرف جورو کا بھائی ایک طرف'' اپنے سالے کی تیمارداری میں ایسا منہمک ہو گیا اور ایسا منہمک ہونا پڑا کہ آپ کو ایک کارڈ بھی اطلاعاً نہ لکھ سکا۔''

حوالہ۔8، ص۔222

محمد علی جوہر چھندواڑہ جیل کی نظر بندی کے دوران سید سلیمان ندوی کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں کہ میں جیل سے آپ کی کتاب اور رسالہ کی قیمت ادا نہیں کر پا رہا ہوں۔جیل سے باہر آنے کے بعد اس کا زر مبادلہ ادا کر دونگا یعنی کامریڈ اور ہمدرد کو مفت بھجوا کر اس کی بھرپائی پوری کر دونگا۔اس سلسلے میں ان کی شوخی تحریر ملاحظہ ہو:

''اس وقت تو یہ خیال ہے کہ اخباری اور علمی برادری کا اس زمانہ میں جس قدر ہو سکے کھاؤں، مگر جب اس نظر بندی سے چھوٹوں تو سب کو خوب کھلاؤں۔''

بحوالہ۔9 ص 53 مقالات یوم جوہر

محمد علی جوہؔر کو بچپن سے ہی شعر و شاعری سے لگاؤ تھا۔ گھر پر ہونے والے مشاعرے میں شرکت کرتے اور مشاعرے میں روشن ہونے والی شمع سے کلام موزوں کے لئے روشنی حاصل کرتے تھے۔ جب محمد علی کا داخلہ علی گڑھ میں ہو گیا تو دوران تعلیم وہ وہاں ہونے والے مشاعروں میں شامل ہوتے تھے۔ یہاں ان کی ذہنی و تخلیقی ضیاء کو اور زیادہ پختگی و بالیدگی عطا ہوئی لیکن ان کے کلام کی لو مدھم تھی۔ حب وطن کی خاطر محمد علی نے صحافت کا پیشہ اختیار کیا اور اس کے ذریعہ عوام کو انگریزوں کے ظلم و ستم سے باخبر کرنے، ذہنوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ خدام کعبہ کی تشکیل کی، گاندھی جی و دیگر رہنماؤں کے ساتھ مل کر پورے ملک میں خلافت تحریک چلائی۔ پہلی جنگ عظیم (جنگ بلقان) میں کھل کر ترکوں کی حمایت اور انگریزوں کی مخالفت کی۔ جنگ بلقان کے متعلق اپنے رسالہ میں ایک مضمون شائع کیا، جس کو انگریزی سرکار نے نوٹس لیا اور سرکار کے خلاف مضمون لکھنے کی پاداش میں انہیں جیل میں ڈال دیا۔ محمد علی جوہؔر نے جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ قید و بند میں ان کے شعری جوہر کھلے۔ ان کے کلام کا بیشتر حصہ قید و بند کی یادگار ہیں جو پوری توانائی کے ساتھ اپنی ضیاء ہر سمت بکھیر رہے ہیں اور قاری کے اذہان و قلوب کو منور کر رہے ہیں۔ محمد علی جوہؔر کے اشعار ان کے دلی جذبات و کیفیات اور نفسیات کے آئینہ دار ہیں جس میں ان کی زندگی کے نشیب و فراز کو مختلف زاویوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ محمد علی جوہؔر خطوط میں اپنے رفقا کو تازہ کلام بھی بھیجتے رہتے تھے۔ ان کی بیشتر غزلیں اردو کے مشہور اساتذہ میرؔ، غالب، اقبالؔ، شیفتہؔ اور حالیؔ وغیرہ کی زمین پر ہوا کرتی تھیں۔ اس بات کے شواہد ان کے خطوط میں جا بجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔

عبدالماجد دریا آبادی کو چھندواڑہ سے 16/ اگست 1916 کو ایک خط میں پانچ تازہ غزلیں ارسال کرتے ہیں۔ مرزا غالبؔ کی غزل کا مصرعہ اولیٰ دیکھئے جس زمین میں محمد علی جوہؔر نے غزل کہی ہے پیش خدمت ہے۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور (غالبؔ)

یاد وطن نہ آئے ہمیں کیوں وطن سے دور
جاتی نہیں ہے بوئے چمن کیا چمن سے دور

گر بوئے گل نہیں، نہ سہی، یاد گل تو ہے
صیاد لاکھ رکھے قفس کو چمن سے دور

شاید کی آج حسرت جوہر نکل گئی
اک لاش تھی پڑی ہوئی گور و کفن سے دور

حوالہ 10۔ص 215

اسی طرح سے مولانا الطاف حسین حالی کی غزل کا مصرعہ اولیٰ ملاحظہ فرمایئے اور اس کے بعد محمد علی جوہر کی غزل دیکھیئے جن کے چند اشعار ہر خاص و عام کی یادداشت میں محفوظ ہیں۔

شادی کے بعد غم ہے، فقیری غنا کے بعد (حالی)
دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حوالہ۔ 11 ،ص۔ 217

اردو ادب کے آئینہ میں ہم جب محمد علی جوہر کی شخصیت کا عکس دیکھتے ہیں تو اس کا عکس عظیم مجاہد آزادی، قومی و مذہبی رہنما، نڈر صحافی، بلند پایہ شاعر، پر جوش خطیب جیسے مختلف جہات میں دیکھنے

کو ملتا ہے۔ وہ شخص غلام ملک میں ضرور پیدا ہوا تھا لیکن اس نے غلام ملک میں مرنا پسند نہیں کیا۔ محمد علی جوہر گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے برطانیہ گئے تھے، وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی تجہیز و تکفین بیت المقدس میں ہوئی۔ اس بات کی شہادت ان کے اشعار سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے تقریباً تیس سال پہلے تخلیق کئے تھے۔

یوں بچ سکو مواخذہ حشر سے تو ہاں
مارا دیار غیر میں ہم کو وطن سے دور

ہے رشک ایک خلق کو جوہرؔ کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پرور دگار دے

کتابیات:

حوالہ 1۔ خطوط مشاہیر۔ عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبرالہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔ لاٹوس روڈ لکھنؤ 1944ء

حوالہ 2۔ معارف۔ اعظم گڑھ، جون 1931ء، ص۔ 462

حوالہ 3۔ خطوط مشاہیر۔ عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبرالہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔ لاٹوس روڈ لکھنؤ 1944ء

حوالہ 4۔ خطوط مشاہیر۔ عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبرالہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔ لاٹوس روڈ لکھنؤ 1944ء

بحوالہ 5۔ مقالات جوہر۔ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ۔ دوسرا ایڈیشن 2005ء

حوالہ 6۔ خطوط مشاہیر۔ عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبرالہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔ لاٹوس روڈ لکھنؤ 1944ء

حوالہ 7 ۔ خطوط مشاہیر۔عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبر الہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔لاٹوس روڈ، لکھنو 1944ء

حوالہ 8۔ خطوط مشاہیر۔عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبر الہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔لاٹوس روڈ، لکھنو 1944ء

بحوالہ 9 ۔مقالات یوم جوہر۔اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو۔دوسرا ایڈیشن 2005ء

حوالہ 10۔ خطوط مشاہیر۔عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبر الہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔لاٹوس روڈ، لکھنو 1944ء

حوالہ 11۔ خطوط مشاہیر۔عبدالماجد دریا آبادی (حصہ اول) مولانا محمد علی جوہر، مولانا اکبر الہ آبادی، مولانا شبلی نعمانی، نسیم بکڈپو۔لاٹوس روڈ، لکھنو 1944ء